© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

ماہ محرم الحرام کا عشرۂ گریہ و ماتم گزر گیا!

آؤ، اب سوچیں کہ معاملہ کیا تھا؟ تھوڑی دیر کے لیے بھول جاؤ کہ تم شیعہ ہو کہ سنّی، صرف مسلم کی حیثیت سے غور کرو۔ بہت سے واقعات دردانگیز بھی ہوتے ہیں، لیکن اگر ان میں دینی اور انسانی اہمیت ہو تو وہ تفکر بھی چاہتے ہیں۔ جذبات کا ریلا اگر تند و تیز ہو تو سوچنے کی قوتیں پوری طرح کام نہیں کرتیں، اور سوچنے میں کمی رہ جائے تو کتنے ہی امورِ مہمہ میں رسمیت زور پکڑ لیتی ہے اور معنویت گم ہو جاتی ہے۔ بڑے واقعات صرف ماضی کی حکایات نہیں ہوتے، بلکہ وہ حال کے لیے بھی سبق ہوتے ہیں۔ پس غمِ حسینؓ آنکھوں سے ٹپک جانے ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ وہ تو رگ و پے میں سرایت کر جانے اور کرداروں کی رُوح بن جانے کے لیے ہے۔

امام حسینؓ کی عظمت یہ ہے کہ وہ اپنے کسی مفاد کے لیے نہیں بلکہ صلاحِ اُمّت اور فلاحِ انسانیت کے لیے زندگی کی ساری دلچسپیاں چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوتے اور پھر جب اعلائے کلمۃ الحق کی راہ پر چل کھڑے ہوئے تو اپنی جان کے ساتھ اپنے قبیلے اور اپنے رفیقوں کو قربانی کے لیے پیش کر دیا۔ ایک راستہ یہ تھا کہ وہ اپنے دَور کے اس حوصلہ شکن منظر کو دیکھ کر ماتم کے لیے بیٹھ جاتے کہ عجمی بادشاہت نے دینِ حق کے نظامِ خلافت کو منہدم کر کے اپنا تخت بچھا لیا ہے یا وہ رندانہ ثقافت کے غلبے کے دُکھ میں آنسو بہاتے رہتے۔ امام کا مقام اس لیے بلند ہوا کہ عزم و ہمت کی راہ پہ گامزن ہوئے اور اس قوت کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کا مجاہدانہ کارنامہ انجام دیا۔ جو شورائی نظام کے بجائے فردِ واحد کی حکمرانی، موروثی طرزِ حکومت، کتاب و سنت سے آزاد فرماں روائی، دولت و سطوت کے مظاہرے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عیش و طرب کے ہنگامے اور فنونِ رندانہ کی سرگرمیاں ساتھ لیے کے آئی تھی۔ امام کا مسلک شیون و ماتم کے بجائے سلطانِ جائر کے سامنے شاہدِ حق بن کے کھڑے ہونے کا تھا جس کا مرحلۂ تکمیل شہادت ہے۔

امام کی مظلومانہ شہادت پر جس قدر غم ہوتا ہے اس سے بڑھ کر فخر محسوس ہوتا ہے کہ ملت اسلامیہ کی اس پر نور شخصیت نے تاریخ میں ایک عظیم مثال قائم کی۔ بلکہ ساری انسانیت کے لیے روشنی کا مینار کھڑا کر دیا۔

اُمت کا ہر فردِ حق کا نقیب اور شاہد علی الناس ہے جو دعوتِ دین سے کام کا آغاز کرتا ہے، شہادتِ حق دیتے ہوئے عمر گذارتا ہے، قدم قدم پر کشمکش و جہاد کے مراحل سے گذرتا ہے، یہاں تک کہ بعض اوقات وہ شہادت کے اس تکمیلی مقام کو بھی پا لیتا ہے، جسے تسلیمِ جاں کہتے ہیں۔ ہماری تاریخ شہداء کی تاریخ ہے، دعوتِ حق اور شہادتِ حق کی تاریخ ہے اور حق کی خاطر جانوں کی نذر اللہ کے سامنے پیش کرنے والوں کی تاریخ ہے۔ یہ تو سارا گھرانا ہی اہلِ شہادت کا گھرانہ ہے۔

ع کسے کہ کشتہ نہ شُد از قبیلۂ ما نیست

جب شہادت کی داستان چھڑتی ہے تو پہلے تو امام حسینؓ کے ساتھ ساتھ مجھے سیدنا عمرؓ کی یاد بھی آتی ہے۔ (جن کی شہادت سے ماہِ محرم کا آغاز ہوتا ہے) ۔ پھر سیدنا عثمانؓ کی مظلومی کی تصویر بھی آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے۔ پھر سیدنا علیؓ کے بہتے ہوئے آخری قطرہ ہائے خون بھی لگا ہوا ہیں جھلملاتے ہیں۔ پھر تاریخ میری انگلی تھام کر حضرت سمیّہ کی میّت کے سامنے لے جاتی ہے۔ کبھی وہ سید حمزہؓ اور جعفر طیّارؓ کی شانِ قربانی دکھاتی ہے۔ کبھی وہ مجھے مصعبؓ بن عمیرؓ جیسے مکہ کے بانکے نوجوان کی لاش دکھاتی ہے جسے ڈھانپنے کے لیے پورا کپڑا موجود نہیں تھا چنانچہ پیروں کی طرف گھاس ڈالی جاتی ہے۔ میرے حافظے کی نگاہوں کے سامنے ذوالبجادینؓ کو رات کی تاریکی میں لحد میں اتارا جا رہا ہے۔ میں مدینے کے ستّر معلّمین وفاداران کے تبلیغی قافلے کو مخالف سازشیوں کی چالبازی کا شکار ہوتے دیکھتا ہوں۔ پھر وہ سولی گویا میرے دماغ میں نصب ہے جس پر حضرت خُبیبؓ کو مکہ والوں نے لٹکایا تھا اور دوسری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

طرف زید بن دثنہؓ کو تنعیم میں آخری سانسیں لیتا دیکھتا ہوں۔ اُدھر ایرانی گورنر فروہ کو اسلام قبول کرنے کے جرم میں حکومت پھانسی دیتی ہے۔ امام مالکؒ اور امام احمدؒ بن حنبل پر برسنے والے کوڑوں کی سزا آج بھی گوشِ دل سے سنائی دیتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابن تیمیہؒ پابندیٔ حق کی وجہ سے بندی خانوں کی صعوبتیں بھگتتے ہیں۔

یہ سلسلہ چھڑا تو میری نگاہ اپنے قریب کی تاریخ پر بھی جاتی ہے۔ آخر میں سید احمدؒ شہید، شاہ اسمٰعیلؒ شہید، تحریک مجاہدین کے ہزاروں شہدائے معرکہ آرا اور شہدائے سزا یافتگان کو کیسے بھول جاؤں؟ بے شمار فلسطینیوں کے خون کی سرخی کیسے آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے؟ عدنان مندریس کی سزائے موت کو کیسے فراموش کر دیا جاتا ہے؟ امام حسن البنا اور سید قطب شہید اور اُن کے ساتھیوں کی جان سپاریوں کو حساب سے کیسے خارج کر دیا جاتا ہے؟ وسط ایشیا کے وہ مسلمان جو اشتراکی چیرہ دستیوں کا شکار ہوتے، وہ جنھوں نے ایرانی بادشاہت کے خلاف قربانیاں دیں، اور وہ جو آج افغانستان میں اشتراکی سامراج کے تسلط سے بچنے کے لیے خاک و خون میں تڑپ تڑپ کر ختم ہو رہے۔ پھر وہ جو اریٹیریا میں، یوگنڈا میں، جنوبی فلپائن میں مسلمان ہونے کی قیمت کے طور پر اپنا لہو اور اپنی ہڈیاں دے رہے ہیں، مزید وہ بے بس مسلمان جو کمبوچیا، ویت نام، تھائی لینڈ اور برما کے علاوہ خود بھارت میں مسلسل زندگیوں کا خراج پیش کر رہے ہیں، کیا محفلِ شہادت میں ان لاکھوں افراد کا کوئی مقام نہیں۔

یہ سب امام حسینؓ کے ساتھی ہیں۔ مختلف شہیدوں کی کربلائیں الگ الگ ہیں، اُن کے کوفے جدا جدا ہیں، اُن کے شمر مختلف ہیں، مگر یہ سب کے سب ایک ہی شمعِ ایمان پر جل مرنے والے پروانے ہیں۔ حسینؓ اِن سب کے ہیں، اور یہ سب حسینؓ کے ہیں۔

ہم جو زندہ ہیں، ہمیں بھی جاننا چاہیے کہ جدید تہذیب کی بنائی ہوئی کربلا میں کھڑے ہیں —— مادّیت پرستانہ دہشت کا بڑا ہولناک صحرا ہمارے گرد پھیلا ہوا ہے۔ اس صحرا میں نت نئے انقلابی حادثوں کے جھلسا دینے والے بگولے اُٹھتے ہیں۔ اس میں محرومیوں کے کانٹے پھیلے ہوئے ہیں۔ اس میں جور دریائے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرات بہتا ہے۔ اس کا پانی پینے سے پیاس اور بھڑکتی ہے۔ اور اس صحرا میں مادیت کے لشکروں میں گھرے ہوئے ہر شخص کی خودی اور شخصیت آہستہ آہستہ ذبح ہوتی رہتی ہے۔

خود مسلمانوں کی دنیا میں دیکھو تو کہیں موروثی بادشاہت کا جبر ہے اور کہیں آمرانہ تسلط کا جور، کہیں اسلامی حکومتیں ہیں مگر خدا اور رسولؐ کے عطا کردہ حقوق کی غصب اور قوانین شریعت کے تقاضوں سے بے نیاز۔ کہیں کوئی اچھا حکمران آبھی جاتے تو انتظامی مشینری کے کارپرداز سیکولر اور اشتراکی ذہن کے ہیں۔ اور احکام نافذ کرنے والے عمال فرعونی مزاج کے۔ کہیں محنت زیادہ اور حاصل کم۔ کہیں ایک طرف عیش و تنعم اور دوسری طرف فقر و فاقہ۔ پھر کلچر کے نام پر یہی میخانہ ہائے طرب اور رقص خانہ ہائے شبانہ۔

مگر ہماری شانِ خودمستی یہ ہے کہ ہماری ساری دلچسپیاں آمدنیاں بڑھانے کے لیے وقف ہیں۔ دولت اب ایک ضرورت سے آگے نکل کر باقاعدہ محبت بن گئی ہے۔ ہم سارے اعلیٰ مقاصد کو بھول بھلا کر معیارِ زندگی کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ دوسروں کے حقوق کو نظرانداز کر کے نوکریاں اور کاروبار کرتے ہیں۔ ہوٹلوں میں سکون حاصل کرتے ہیں، ریڈیو سے معلومات لیتے ہیں۔ ٹیلی وژن سے تفریح حاصل کرتے ہیں۔ وی سی آر حاصل کر کے بلیو فلموں تک کا مزہ لیتے ہیں۔ سردیوں میں گرم کمروں میں اور گرمیوں میں سرد کار مشینوں کے سایے میں ہم نہ جانے کس جہاد میں مشغول ہیں اور کونسا انقلاب لانا ہمارے مدنظر ہے؟ معلوم نہیں، کس کربلا کا رخ ہے؟ کونسی قوت کو چیلنج کرنے کے عزائم ہیں؟

ہم جو مسلمان ہیں ـــ سنی ہوں یا شیعہ ـــ کبھی ہم نے یہ بھی سوچا ہے کہ مسلمان ہونے کے معنی کیا ہیں؟ کبھی یہ سوچا کہ ہم دوسروں کے ساتھ کیا کیا زیادتیاں کرتے ہیں؟ کبھی سوچا کہ ہم کمانے کس طرح ہیں؟ اور خرچ کس طرح کرتے ہیں؟ کبھی یہ سوچا کہ ہمارے مشاغل کیا ہیں؟ کبھی حساب لگایا کہ ہمارے معاشرے میں خیانت کاری کتنی ہے؟ کبھی اندازہ کیا کہ حرام خوری کا تناسب کتنا ہے؟ وہ ہمارے ہی بھائی ہیں جن سے ملک کے جیل بھرے پڑے ہیں۔ وہ ہمارے ہی ساتھی ہیں جو قتل کر کے پھانسی لگتے ہیں اور عمر قیدیں بھگتتے ہیں۔ اور بہت سے قانون کی گرفت سے بچ بھی نکلتے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں۔ وہ ہمارے ہی ماحول کے پروردہ ہیں جو چوری اور عیب تراشی کرتے ہیں۔ ہمارے ہی قومی قافلے کے ہمسفر ہیں جو زنا، جوئے، اسمگلنگ اور سود سے ملوث ہیں۔ وہ ہمارے ہی ہم دم، ہم قوم ہیں، جو نمازوں کے تارک، روزہ خور اور زکوٰۃ چور ہیں۔ ہمارے ہاں وہ ادب پیدا ہوتا ہے جس میں خدا اور مذہب کا مذاق اُڑا کر لطافت پیدا کی جاتی ہے۔ ہمارے ہاں ایسی فلمیں، ٹیلی وژن پروگرام، اخبارات کے صفحات اور اشتہارات کے ڈیزائن تیار ہوتے ہیں، جن میں نسائیت کے عشوہ و ادا کو سامانِ کاروبار کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ہمارا مجموعی کردار اس مقصد کے اُلٹ نشوونما پا رہا ہے جس کے لیے شہید کربلا نے قربانی دی تھی۔

آخر جس مسلمان کو یہی معلوم نہ ہو کہ مسلمان کیا ہوتا ہے؟ وہ حسین کو کیا سمجھے گا اور شہادتِ حسین سے کیا سبق لے گا۔

میں جب اپنا یہ اجتماعی حال زار دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ کبھی ہمیں اپنی پیٹھوں کے ماتم کا بھی جلوس نکالنا چاہیے اور اپنی خود شناسی کے دکھ پر بھی مجالسِ عزا منعقد کرنی چاہئیں۔ مگر پھر فوراً ہی مجھے میرا ایمان و شعور اس خیال سے روک دیتا ہے۔ معاشروں کی اصلاح ماتموں سے نہیں ہوتی، قوموں کی تعمیر عزاداریوں سے نہیں ہوتی۔ بدی کی قوتوں کو آنسوؤں سے شکست نہیں دی جاسکتی۔ اس کام کے لیے تو ویسا ہی عزم، ویسا ہی جذبۂ اقدام، ویسا ہی ولولۂ قولِ حق اور ویسا ہی ذوقِ شہادت درکار ہے جس کا مظاہرہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کیا۔

اُمتِ مصطفوی کا بھلا تو صرف اس میں ہے کہ علیؓ و حسینؓ سے سبق لینے والے بھی اور ابوبکرؓ و عمرؓ سے مثال لینے والے بھی شہداء علی الناس بن کے اُٹھیں، صداقت و دیانت کو عام کریں، رزقِ حرام کا ایک ذرہ قبول کرنے پر فاقہ کو ترجیح دیں۔ اور اسلامی معاشرے میں عجمی بادشاہت و جبریت کے ساتھ ملحدانہ مادیت کی افادہ پرستی اور اس کے پیدا کردہ کلچر کی بادہ ارزانیوں اور رقاصاؤں کی عریانیوں کو اسی طرح مسترد کریں جیسے حضرت امام حسینؓ نے ان کو مسترد کیا تھا۔ اور خانوادۂ حسینؓ کی عفت مآب بیبیوں نے جسے نگاہ حقارت کا مستحق سمجھا تھا۔

© rasailojaraid.com